مغرب کے افسانوی ادب میں نفسیاتی عوارض کا اظہار: چند نمائندہ مثالیں

ڈاکٹر خالد محمود سنجرانی*

Abstract:

The psychological aspects of fictional characters presented by the western writers can be divided in to two periods. The first period stretches before Freud and second period is of those who attempted the psychological approaches much later. Even before the literary importance of psychology, there is evidence of psychological dealing in literary text but this stream took the more definite and regular shape in the 20th century. This paper deals with the literary work of Shakespeare, Dostoevsky, Balzac, Gogol, Edger Allen Poe, Graham Green, Jean Stafford, Thomas Mann and some other literary icons.

مغرب کے افسانوی ادب بالخصوص افسانے، ناول اور ڈرامے کی اصناف میں کرداروں کے نفسیاتی عوارض کا فنکارانہ اظہار زمانی اعتبار سے دو سطحوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ایک سطح ان لکھنے والوں کی ہے کہ جو فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر وغیرہ سے پہلے گزرے۔ان میں شیکسپیئر (۱۵۶۴-۱۶۱۶ء)، بالزاک (۱۷۹۹-۱۸۵۰ء)، وکٹر ہیوگو (۱۸۰۲-۱۸۸۵ء)، گوگول (۱۸۰۹-۱۸۵۲ء)، ایڈگرایلن پو (۱۸۰۹-۱۸۴۹ء)، جارج ایلیٹ (۱۸۱۹-۱۸۸۰ء)، گستاؤ فلابیرٹ (۱۸۲۱-۱۸۸۰ء)، دوستوفسکی (۱۸۲۱-۱۸۸۱ء)، ٹالسٹائی (۱۸۲۸-۱۹۱۰ء)، چیخوف (۱۸۶۰-۱۹۰۴ء)، گورکی (۱۸۶۸-۱۹۳۶ء) اور سمرسٹ ماہم (۱۹۶۵-۱۸۷۴ء) قابلِ ذکر ہیں۔ دوسری سطح ان لکھنے والوں کی ہے کہ جو فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر کے ہم عصر تھے۔ ان میں جیمز جوائس (۱۸۸۲-۱۹۴۱ء)، ڈی۔ایچ۔لارنس (۱۸۸۵-۱۹۳۰ء)، تھامس مان (۱۸۷۵-۱۹۵۵ء)،

* شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

سارتر (۱۹۰۵-۱۹۸۰ء)، گراہم گرین (۱۹۰۴-۱۹۹۱ء)، ارنسٹ ہیمنگوے (۱۸۹۹-۱۹۶۱ء) اور ہرمن ھیسے (۱۸۷۷-۱۹۶۰ء) کے نام نمایاں ہوئے۔

فرائیڈ وغیرہ سے قبل کے ادیبوں کے افسانوی ادب میں ابنارمل کردار کی صورت گری اس بات کو تقویت دیتی ہے کہ تخلیق کار کی آنکھ افراد کی نفسیاتی اُلجھنوں اور عوارض کو نہ صرف پہچاننے کی روشنی رکھتی ہے بلکہ اس باطنی منظر کو دوسروں کے سامنے بیان کرنے کے فن سے بھی بہ خوبی آشنا ہے۔ فرائیڈ کے ہم عصر اور اس کے بعد میں آنے والے ادیبوں نے نفسیاتی صداقتوں پر قلم اُٹھا کر ان نظریات سے واقفیت کا ثبوت دیا۔ اس نوع کے ادیبوں میں ڈی۔ ایچ۔ لارنس نمائندہ بنے۔ علمی و ادبی حلقوں میں علمِ نفسیات کے مباحث نے غیر محسوس طریقے پر افسانوی ادب کے اسالیب اور ہیئت کو متاثر کیا۔ ان اثرات کے زیرِ اثر لکھنے والوں نے نفسیاتی صداقتوں کو افسانوی ادب کے فنی سانچے میں ڈھال کر تخلیقی حُسن عطا کیا۔ اس طور ابنارمل کرداروں پر تخلیقی نظر ڈالی گئی۔ افسانوی ادب میں رونما ہونے والے ابنارمل کردار کی صورتوں اور ابنارمل نفسیات کے مباحث بہت سے مقامات پر باہمی آمیزش کا ثبوت دیتے چلے گئے۔ نفسیات دانوں نے ابنارمل رویوں کی توثیق کے لیے افسانوی ادب سے مثالیں فراہم کیں تو لکھنے والوں نے نفسیاتی حقائق سے بھی اثرات لیے۔ باہمی جذب وقبول کا یہ رویہ ادب اور نفسیات کو قریب تر لے آیا۔ کلاسیکل نفسیات دانوں نے تخلیق کاروں کے باب میں شکر گزاری اور احسان مندی کے جذبات کا اظہار کیا تو وہاں تخلیق کاروں نے بھی نفسیاتی نظریوں کی اثر پذیری کا برملا اعتراف کیا۔ ذیل میں ہم مغرب کے افسانوی ادب سے ابنارمل کرداروں کی نمائندہ مثالوں کا جائزہ لیں گے۔

مغرب میں ابنارمل کرداروں کی تخلیق کے حوالے سے بھی دوستوفسکی (Dostoevsky) کی انفرادیت یہ ہے کہ اس نے افراد کے جن ابنارمل رویوں کو پیش کیا، ان میں سے چند ایک ایسے نازک رویے ہیں کہ جو ابھی تک نفسیات کی اصطلاحوں کی گرفت میں نہیں آسکے۔ دوستوفسکی کے ہاں نفسیاتی حقائق کے سبب فرائیڈ اور ایڈلر کو اس کی ناول نویسی کا نفسیاتی تجزیہ پیش کرنا پڑا۔ دوستوفسکی بڑے قد کا تخلیقی فنکار تھا۔ اس نے علوم اور علمی ضابطوں کی حدود سے بہت آگے نکل کر اُن رمز بھرے حقائق کو گرفت میں لیا کہ جن پر دسترس حاصل کرنا ہر لکھنے والے کا نصیب نہیں ہوتا۔

یوں تو دوستوفسکی کے افسانوی ادب میں ابنارمل کردار کثرت سے مل جاتے ہیں مگر اس کے "Eternal Husband" کا Velchainov اس حوالے سے نمائندہ کردار ہے۔ یہ کردار اپنی یادداشت کے ہاتھوں تشویشی بگاڑ (Anxiety Disorder) کا شکار ہے۔ اس کردار کو اچانک اپنے ماضی

کی ناکامیاں، توہین آمیز لہجے اور شکست خوردگی پر مبنی واقعات تمام تر جزئیات سمیت نہایت تازگی کے ساتھ یاد آتے چلے جاتے ہیں۔ اس کردار میں ماضی کا حوالہ ناسٹلجیا کے حوالے سے نہیں بلکہ تشویش کے حوالے سے ہے۔ اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ ایک بار پھر ماضی کے حالات و واقعات سے گزر رہا ہے۔ ندامت، لاچاری، احساسِ شکست اور توہین پر مبنی یادیں اس کے دل و دماغ پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اس کردار کو اس نوع کے واقعات بغیر کسی شعوری کوشش کے یکے بعد دیگرے یاد آتے چلے جاتے ہیں۔ وہ انھیں ہرگز یاد کرنا نہیں چاہتا مگر اسے اپنی یادداشت پر دسترس بھی حاصل نہیں ہوتی۔

دوستوفسکی کے اس کردار کے لیے وہ لمحے خاصے نازک بن جاتے ہیں کہ جب وہ ماضی کو واپس لا کر اپنی بے بسی، توہین، شکست خوردگی اور ناکامیوں کا خمیازہ ادا کرنا چاہتا ہے مگر یہ ممکن نہیں ہوتا۔ اس صورتِ حال میں یہ یادیں اسے نارمل حد سے زیادہ تشویش میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ لڑکپن کے ان ساتھیوں سے وابستہ وہ لمحے اسے خاصا پریشان کرتے ہیں کہ جن ساتھیوں سے وہ ہمیشہ مار کھاتا رہا تھا۔ دوستوفسکی کا یہ کردار وقت یاد آنے پر ماضی کو واپس لا کر انتقام لینے کا آرزومند دکھائی دیتا ہے۔ اس حوالے سے دوستوفسکی لکھتا ہے:

> ".... all that recalled came back now with a quite fresh, surprising and till then, inconceivable point of view andseemed as though some one were leading up to it on purpose ..... he recalled certain failures and humiliations in society.... he felt as though he were living through them again."**(1)**

دوستوفسکی کے اس کردار میں ماضی کی یادیں ناسٹلجیا کا انداز نہیں رکھتیں بلکہ تشویش کو سامنے لاتی ہیں۔ یہ یادیں اس وقت شدت اختیار کر جاتی ہے کہ جب مرکزی کردار خود کو بے بس محسوس کرتا ہے۔ اس کردار کے شعوری عمل پر اس کا لاشعور حاوی ہو جاتا ہے۔ ناسٹلجیا کے حوالے سے ہمارے یہاں اُردو میں انتظار حسین اور قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں مرکزی کردار ماضی کی طرف مراجعت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ مراجعت جذبوں کی آسودگی پر مبنی ہے۔ دوستوفسکی کا کردار ان حوالوں کے برعکس ہے۔ اس کردار کی مدد سے دوستوفسکی انسان کی شعوری کاوشوں کی ناکامی کو عمدگی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ناسٹلجیا کے نفسیاتی پس منظر کا مطالعہ فرائیڈ نے کر رکھا تھا۔ اس کے خیال میں انا کے مدافعتی نظام کا ایک رُخ یہ ہے کہ وہ انسانی تخیل کو موجودہ تشویش سے بچانے کے لیے ماضی کے اس دَور میں لے جاتی ہے کہ جہاں منہ زور خواہشات اور ناآسودہ اُمنگیں پوری ہو رہی ہوں۔ فرائیڈ کے اس نظریے کے برعکس صورت کا سامنا دوستوفسکی

کے مذکورہ کردار کے ہاں ملتا ہے۔دوستوفسکی کا "idiot" بھی ابنارمل رویوں کے اعتبار سے اہم ہے جب کہ جنسی بگاڑ کے حوالے سے دوستوفسکی کا "The House of Dead" بسترِ مرگ پر ہم جنس پرستی کے جذبوں کو سامنے لاتا ہے۔

گوگول (Gogol) مختصر افسانے کے بانیوں میں شمار کیا جاتا ہے۔اس کے افسانے کئی جہات کے حامل ہیں۔ابنارمل کردار کے حوالے سے اس کا افسانہ "The Diary of Madman" نمائندہ افسانے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس افسانے میں گوگول نے افسانوی ادب کی روایتی طرز کی بجائے ایک انوکھی تکنیک کو برتا۔ یہ افسانہ ڈائری لکھنے کے انداز پر مبنی ہے جو تاریخوں اور ایّام کی صورت میں لکھا گیا۔افسانے کا آغاز ۴۳اپریل ۲۰۰۳ء کے لکھے ہوئے ڈائری ورق سے ہوتا ہے جو گوگول کے انتقال سے صدیوں بعد کی تاریخ ہے۔اس پورے افسانے میں مہینوں کی تاریخ ۳۱ کے ہندسے سے بعد شروع ہوتی ہے اور سال بھی صدیوں بعد کے ہیں۔ڈائری میں تاریخ لکھنے کا یہ انداز بذاتِ خود ابنارمل رویے کو ظاہر کرتا ہے۔

ڈائری کے لکھے ہوئے ان اوراق کا متن مختلف نوعیّتوں کے واہموں کو سامنے لاتا ہے جو شدید ترین ذہنی عارضے، انشقاقِ ذہن، کی علامت ہے۔اس افسانے کی فضا بہت حد تک سرئیلی ہے۔اگرچہ سرئیلزم کی تحریک کا باقاعدہ آغاز گوگول کے بہت بعد میں ہوا مگر ان کے اس افسانے میں لاشعوری تصورات کی بگڑی ہوئی شکل کو تبدیل کیے بغیر درج کیا گیا ہے۔مثلاً اس افسانے میں گوگول Madman کے ایک دن کا احوال ڈائری کی طرز پر لکھتا ہے:

> "My head is on fire, and every thing goes around me circles.Save me! take me away from here. Give me a carriage with horses swift wind.... There is the sky smoking before me. A star twinkles far away, the forest rushes past with its dark trees and the crecent moon." **(2)**

گوگول کے مندرجہ بالا اقتباس کے پہلے جملے اور منٹو کے افسانے ''فرشتہ'' کی فضا اتفاق سے بے حد مماثلت رکھتے ہیں۔سرئیلی اور تجریدیت کے اعتبار سے منٹو کا ''پھندنے'' اور ''فرشتہ'' اُردو میں اس طرز کے افسانوں کا نقطۂ آغاز ہے۔مغربی افسانوں میں بھی اس کی روایت خاصی توانا ہے۔گوگول کا یہ افسانہ جہاں کردار کے واہموں کا منظر بیان کرتا ہے وہاں تجریدی اظہار کی اولیں مثال بن کر سامنے آتا ہے۔

شدید ترین ذہنی بگاڑ انشقاقِ ذہن (Schizophernia) کے حوالے سے ژاں پال سارتر

(Jean Paul Sartre) کا افسانہ "The Room" کلاسیک کی حیثیت رکھتا ہے۔اس افسانے میں ایک ایسے کمرے کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ جس میں انشقاقِ ذہن کا مریض بند ہے اور اس کے اہل خانہ اس کمرے کی حدود میں داخل ہونے سے گریز کرتے ہیں۔اہلِ خانہ میں سے صرف بیوی کا کردار سامنے آتا ہے کہ جو نہ صرف اس کمرے کی فضا میں بلکہ اپنے خاوند کے باطنی کمرے کی فضا میں بھی قدم رکھ دیتی ہے۔سارتر نے اس افسانے میں ذہنی مریض کے ان اثرات کو بھی بیان کیا ہے کہ جو خاندان بالخصوص گھریلو فضا پر پڑتے ہیں۔ایک ذہنی مریض کو گھر میں رکھنے سے جو خوف ناک صورتِ حال جنم لیتی ہے، اسے سارتر نے بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کیا ہے۔

سارتر کے خیال میں سے صرف ماں اور بیوی ہی اس بلند مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ جہاں کسی ذہنی مریض کی دیکھ بھال، چارہ جوئی کرنے اور اس کی ابنارمل دنیا کو قبول کرنے کا حوصلہ موجود ہو۔سارتر کے نزدیک کسی ذہنی مریض کی ہاں میں ہاں ملانے اور اس کے واہموں کا اعتبار کرنے کی اداکاری سے متعلقین کی نفسیاتی زندگی از حد متاثر ہوتی ہے اور اگر یہ تسلسل برقرار رہے تو وہ آہستہ آہستہ متعلقین میں بھی نفسیاتی عارضے جنم لینے لگتے ہیں۔اس افسانے میں سارتر نے ایک ایسی بیوی کا کردار پیش کیا ہے کہ جو بیک وقت اپنے شوہر کی ابنارمل دنیا اور خارجی زندگی کے صحت مند افراد کے درمیان زندگی گزار رہی ہے۔بیک وقت دو سطحوں پر زندگی گزارنے سے اس میں مریضانہ رجحانات جنم لینے لگتے ہیں۔افسانے میں ایک مقام پر آ کر بیوی اپنے شوہر کی ابنارمل دنیا میں قدم رکھ دیتی ہے۔یہ دنیا بہ ظاہر ایک کمرے پر مشتمل ہے۔سارتر لکھتا ہے:

> "Her entire life had taken refuge in her right side, she learned towards pierre without opening her eyes. The slightest effort would be enough and she should enter this tragic world forthe first time." **(3)**

شیکسپیئر (Shakespeare) کے ڈرامے "Hamelt" میں اوفیلیا (Ophelia) کا کردار انشقاقِ ذہن کی نفسیاتی علامات کا حامل ہے۔یہ ڈرامہ اپنے اندر نفسیاتی حقائق کا ایک جہان رکھتا ہے۔اسی جہت کے سبب فرائیڈ نے بھی اس ڈرامے کا نفسیاتی جائزہ تحریر کیا۔اس ڈرامے میں اوفیلیا کا چاہنے والا اس کے باپ کو قتل کر دیتا ہے۔اس الیے سے اوفیلیا میں جذباتی بندھن اور دباؤ شدید ترین نفسیاتی عارضے کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔شیکسپیئر کا افسانوی ادب نفسیات دانوں کے لیے پر کشش رہا۔ان کے بیشتر ڈراموں میں کرداروں کی نفسیاتی کیفیت کا جائزہ فرائیڈ، ژونگ اور ایڈلر جیسے رجحان ساز نفسیات دانوں نے پیش کیا۔

بالزاک (Balzac) کا افسانہ "Louis Lambert" اگرچہ اپنے مرکزی کردار Louis

کے انشقاقِ ذہن کی علامات لیے ہوئے ہے۔تاہم، ان علامات سے زیادہ اہم ابنارمل کردار کی دنیا کا وہ تصور ہے کہ جسے بالزاک نے فلسفیانہ گہرائی کے ساتھ پیش کیا۔اس افسانے میں بعض مقامات پر بالزاک نے نفسیاتی مریضوں کے خیالات کی دنیا کو رشک کی نظر سے دیکھا ہے۔اس کے خیال میں شدید ترین نفسیاتی بگاڑ کے حامل مریض اس لیے قابلِ رشک ہیں کہ انھوں نے اس دنیا کے مسائل اور معاملات کے حوالے سے فراموشی کا پردہ اوڑھ رکھا ہے۔ بالزاک کے نزدیک خود فراموشی ایک ایسی نعمت ہے جو معاشرے کے ذہنی سطح پر صحت مند افراد کو میسر نہیں۔

بالزاک نے مذکورہ افسانے میں پاگلوں کی دنیا کا حسین مرقع پیش کیا ہے۔اس نے نفسیاتی مریضوں کی اُس دنیا کا سراغ لگایا کہ جو بہ ظاہر قابلِ رحم اور عبرت کا باعث ہے مگر درحقیقت زندگی کے ایک ایسے رُخ کو سامنے لاتی ہے جو کئی اعتبار سے پُرسکون اور دکھوں سے دُور ہے۔اسی سبب بالزاک نے کہا کہ بہ ظاہر ذہنی سطح پر صحت مند نظر آنے والے افراد کو یہ کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ ابنارمل کرداروں کی زندگی کو استہزا کی نظر سے دیکھیں۔اس کے خیال میں ان کی دنیا ہماری دنیا کی طرح بلکہ شاید اس سے بہتر جہان رکھتی ہے۔افسانے میں بالزاک لکھتا ہے:

"Word 'insanity' is applied only to these whose brain, from unknown causes, becomes vitiaed, and who are unable to give a reason for their acts." **(4)**

بالزاک کے مندرجہ بالا جملوں سے ''ابنارمل کردار'' کی تعریف بھی متعین ہوتی ہے کہ اس کے خیال میں اُن لوگوں کے لیے ''پاگل'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے کہ جو اپنے اعمال کی کوئی وجہ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ان جملوں سے جہاں بالزاک کی ہمدردی ظاہر ہوتی ہے تو وہاں لوگوں کے ردِعمل کو بھی طنز سے دیکھنے کا انداز نمایاں ہوتا ہے۔اس افسانے میں بالزاک نے ابنارمل کردار کو روح کا مسافر قرار دیا اور یہ واضح کیا کہ اگر ذہنی طور پر صحت مند افراد کو خود فراموشی کا ایسا تجربہ حاصل ہو جائے تو انھیں اس کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا۔

بالزاک نے اپنے اس طویل تر افسانے میں مرکزی کردار Louis کی زندگی کو تین مراحل؛ بچپن، لڑکپن اور جوانی میں تقسیم کیا اور ہر مرحلہ کی سرگزشت کا تانا بانا اس کے عارضے کی روشنی میں بُنا۔اس طویل افسانے میں بالزاک نے ان لوگوں کے رویوں کی نشان دہی بھی کی کہ جن کے نزدیک Louis ذہنی مریض ہے جب کہ بالزاک کے خیال میں اس کی دنیا حسین اور خوب صورت ہے۔اس حوالے سے بالزاک لکھتا ہے:

"To other men he must appear insane; to me, who live in his thoughts, all his ideas are lucid." **(5)**

ابنارمل کردار کے حوالے سے بالزاک کا یہ تصور نہایت حیران کن اور عجیب اس لیے ہے کہ اس نے ابنارمل کردار کے مابعدالطبیعاتی مباحث کو چھیڑا ہے۔وہ تو ذہن کے صحت مند ہو جانے کا بھی قائل نظر نہیں آتا۔اس

کے نزدیک ابنارمل کرداراس دنیا میں ہی رہتے ہوئے اس جہان کی سیر کرتے ہیں کہ جہاں تمام بنی نوع انسان کو بالآخر جانا ہے۔ یہ حقیقت جان لینے کے باوجود لوگ ان کو اِسی دنیا میں واپس آنے کی تمنا کیوں کرتے ہیں۔ بالزاک لکھتا ہے:

> "Perhaps he will one day return to this world in which we vegetate; but if now he breathes the air of heaven before the appointed for us to live there, why should we wish him back among us?" **(6)**

بالزاک کا یہ افسانہ اس لیے نہایت اہم ہے کہ اس میں بالزاک نے ''پاگل پن'' کو قابلِ رحم نہیں بلکہ قابلِ رشک قرار دیا اور ابنارمل کردار کا تصور فلسفیانہ اور قدرے مابعدالطبیعاتی انداز سے پیش کیا ہے۔ شاید تخلیق کے یہی وہ وسائل ہیں کہ جو نفسیات کے سائنسی انداز کی گرفت میں نہیں آسکتے اور جس کا اعتراف خود فرائیڈ نے بھی کیا۔

چیخوف (Chekhov) عہد ساز افسانہ نگار ہے۔ اس کے افسانوں میں افراد کی نفسیاتی کیفیت اور اُلجھنوں کا فنکارانہ اظہار روزمرہ زندگی کے معمولی واقعات سے اخذ ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ چیخوف نے روزمرہ زندگی کے انتہائی معمولی واقعات اور عوامل سے جنم لینے والے نفسیاتی بگاڑ کو اپنے افسانے "The Man in Case" میں عمدگی کے ساتھ بیان کیا۔ یہ افسانہ ایک ضعیف العمر شخص کے کردار کو سامنے لاتا ہے کہ جس نے اپنے روزمرہ استعمال کی اشیا اور اپنی ذات کو مختلف ڈبوں میں بند کر رکھا ہے کہ مبادا کہیں بیرونی دنیا کی آلودگی کا نشانہ بن جائے۔ اس کردار کے بارے میں چیخوف لکھتا ہے:

> "He was remarkable for always wearing goloshes and warm wadded coat, and carrying an umbrella even in the very finestweather. And his umbrella was in a case, and his watch was in a case made of grey chamois leather,.... his knife, too was in a little case; and his face seemed to be in a case, because he always hid it in his turned collar." **(7)**

چیخوف نے "The Man in a case" میں روزمرہ کے معمولی واقعات کی مدد سے اشیاء کو ڈھانپے رکھنے کا خبط (Phobia) نمایاں کیا ہے جو شخصی بگاڑ (Personality Disorder) کی ذیل میں آتا ہے۔ اپنے عہد کے بدلتے ہوئے انداز اور تبدیل ہوتی ہوئی قدریں ضعیف العمر افراد پر جو نفسیاتی اثرات مرتب کرتی ہیں اور اس صورت میں بعض اوقات نفسیاتی بگاڑ ردِعمل کے طور پر ظاہر ہوتا ہے، اس کا عمدہ جائزہ اس

افسانے میں ملتا ہے۔

چیخوف کا ایک اور افسانہ "Ward No. 6" بھی ابنارمل کردار کے حوالے سے کلاسیک کا درجہ رکھتا ہے۔اس افسانے کا حُسن یہ ہے کہ اس میں مصنف نے شدید ترین ذہنی عارضے کے مدارج ایک تسلسل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔چیخوف نے افسانے کے مرکزی کردار Ivan Dmitritch کی نفسی کیفیت کو مختلف اوقات کی مدد سے بتدریج خراب سے خراب تر ہوتا دکھایا اور افسانے کے اختتام پر اس کیفیت کی آخری حد؛ پاگل پن کو نمایاں کیا ہے۔افسانے میں واقعات کی بنت اور نفسی ترتیب کا اظہار افسانے کو وقیع بناتا ہے۔چیخوف نے بیک وقت خارجی حالات اور ان حالات کے بارے میں فرد کے آہستہ آہستہ بدلتے ہوئے تصورات کو بیان کیا ہے۔مثال کے طور پر مرکزی کردار کے گھر کی بیرونی کھڑکی سے نظر آنے والے افراد جب اس کھڑکی کی جانب دیکھتے ہیں تو مرکزی کردار کو محسوس ہوتا ہے کہ شاید وہ کوئی مجرم ہے کہ جو لوگ اسے یوں شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔جب پولیس کے افراد گھوڑوں پر سے اس کے گھر کے قریب سے گزر کر پولیس اسٹیشن جاتے ہوئے نظر آتے ہیں تو مرکزی کردار یہ سمجھتا ہے کہ اسے گرفتار کرنے کی تیاریاں عروج پر ہیں۔افسانے کے اختتام حصے میں چیخوف نے مرکزی کردار کو پاگلوں کے وارڈ میں بھیجے جانے کا منظر یوں بیان کیا ہے:

> "He could not sleep at night, was full of whims and fancies, and disturbed the patients, and was soon afterwards, transferred to ward No. 6."**(8)**

نفسیاتی اصطلاحوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو چیخوف نے Obsessive Compulsive Disorder سے Schizopherina تک کے نفسیاتی مراحل کو افسانے میں نمایاں کیا ہے۔اس کا تخلیقی حُسن بتدریج بگڑتے ہوئے نفسیاتی عارضے کا تسلسل ہے۔

چیخوف کا مختصر ترافسانہ "The Enigmatic Nature" انسان کے مشروط رویوں کا عکاس ہے۔اس افسانہمیں چیخوف نے ایسی خاتون کا کردار پیش کیا ہے کہ جس نے اپنی خوشیاں مشروط کر رکھی ہیں۔افسانہ ایسے کردار کو سامنے لاتا ہے کہ جس نے اپنی خوشیوں کے حصول میں خود ساختہ رکاوٹیں کھڑی کر رکھی ہیں۔افسانے میں مالی طور پر آسودہ خاتون اپنے ضعیف العمر شوہر کی موجودگی کو اپنی خوشیوں کے درمیان سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتی ہے اور شوہر کے مرنے کی شدت سے آرزومند دکھائی دیتی ہے لیکن شوہر کی وفات کے بعد بھی وہ ان خوشیوں کے حصول میں ناکام رہتی ہے جو اس نے تصور کر رکھی تھیں۔

چیخوف کا یہ افسانہ انسان کی اس جبلت کی بگڑی ہوئی صورت کو سامنے لاتا ہے کہ جس کے زیرِ اثر وہ

دکھوں سے چھٹکارا پانے اور سکھ تلاش کرنے کا خواہش مند رہتا ہے۔ سکھ نگری کی طرف جانے والے راستوں کی خودساختہ رکاوٹوں اور اپنی تراشیدہ دشواریوں سے خواہ مخواہ برسرِ پیکار رہنے کا المیہ اس افسانے کا موضوع ہے۔ افسانہ ریل گاڑی کے فرسٹ کلاس ڈبے میں موجود ایک آسودہ حال معمر خاتون اور ایک مصنف (شاید خود چیخوف) کے مابین مکالموں سے شروع ہوتا ہے۔ یہ خاتون مصنف سے کہتی ہے:

> "Write about me.... I am a suffering soul in some pages of Dostoevsky. Reveal my soul to the world.... you are a psychologist... Ah! you are author. You know us women, you will understand us." **(9)**

افسانے کا مرکزی کردار؛ خاتون، اپنے عمر رسیدہ شوہر کے انتقال سے اپنی خوشیاں مشروط کرتی ہے، زندگی میں خوشی حاصل نہ کر سکنے کا ذمہ دار دوسروں کو قرار دیتی ہے۔ بالآخر، جب اس کی تمام شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو اس وقت اس پر یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ سکھ مشروط نہیں ہوتے۔ اس حقیقت کو نمایاں کرنے کے بعد افسانہ ایک منظر پر ختم ہو جاتا ہے کہ جو منظر فلسفیانہ سوال رکھتا ہے۔ آخر میں مصنف خاموشی سے کھڑکی سے باہر مناظر دیکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے، مناظر بدلتے جاتے ہیں، گاڑی چلتی جاتی ہے اور کانوں میں انجن کی سیٹی گونجتی جاتی ہے۔ یہ افسانہ انسانی مزاج میں مشروط پسندی کے نفسیاتی بگاڑ کو سامنے لاتا ہے۔

چیخوف کا ایک اور بے مثل افسانہ "Grief" کسی سانحے، المیے اور حادثے سے پیدا ہونے والے دکھ کے تزکیے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ انسان کی جذباتی زندگی میں کتھارسس کی اہمیت ارسطو سے لے کر موجودہ عہد کے ادیبوں تک نے محسوس کی ہے۔ چیخوف کا یہ افسانہ معاشرتی زندگی میں اسی اہمیت کو بیان کرتا ہے۔ افسانے میں بگھی کوچوان "Iona" کی نفسی کیفیت ظاہر کی گئی ہے۔ یہ کوچوان اپنے جواں سالہ بیٹے کی موت کا دکھ اپنے دل پر لیے مسافروں کو اپنی اپنی منزل پر پہنچاتا ہے۔ Iona اپنا دکھ کسی کے ساتھ بانٹنا چاہتا ہے اور کوئی مسافر بھی اپنی مصروفیت اور عجلت کے سبب اس کی پوری دکھ بھری داستان سننے کو تیار نہیں ہوتا۔ ایک مسافر اپنی منزل آنے پر اس کی داستان ادھوری چھوڑ جاتا ہے اور سننے کے دوران بھی بار بار تیز گھوڑا دوڑانے کو کہتا رہتا ہے اور اس کے دکھ کو محسوس نہیں کرتا۔ اس سواری کے چلے جانے کے بعد کی صورتِ حال کو چیخوف بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "Once more, he is alone, and again surrounded by silence.... His grief which had abated for a short while, returns and rends his heart with greater force. with an anxious and a hurried look, he searched among the crowds passing on either side of the

street to find if there is just one person who will listen to him. But the crowds hurry by without noticing him or his trouble." **(10)**

افسانے کا آخری حصہ لرزا دینے والا ہے کہ جب کوچوان اپنے جواں مرگ بیٹے کی وفات کا دکھ اصطبل میں جا کر گھوڑی کے سامنے بیان کرتا ہے:

"That's how it is my old horse. There is no more Kuzma Ionitch. He has left us to live.... The little horse munches, listens, and breathes over his master's hand." **(11)**

انسان کی نفسی اور جذباتی زندگی میں تزکیے نہایت اہم ہیں۔ چیخوف نے افسانے میں اسی نفسی کیفیت کو بیان کیا ہے اور گھوڑی کے سامنے اپنا دکھ بیان کرنے والے کوچوان کے اس عمل کی گہرائی میں جا کر معاشرتی صورتِ حال کے تانے بانے کا جائزہ لیا ہے۔

چیخوف کی ایک اور افسانوی تحریر "The Black Monck" نظری واہموں کے حوالے سے اہم تحریر ہے۔ اس افسانے میں چیخوف نے Kourin کا کردار پیش کیا ہے۔ اس کردار کو فضاؤں میں ایک اساطیری شخصیت دکھائی دیتی ہے۔ یہ اساطیری شخصیت اس سے مکالمہ کرتی ہے۔ اساطیری شخصیت کی موجودگی کا احساس Kourin کے علاوہ کسی دوسرے کو نہ تو ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی موجودگی پر اعتبار کرتا ہے۔ Kourin اس امر کا اظہار اپنے دوستوں سے اس لیے نہیں کرتا کہ سبھی اس امر کو طلسمِ خیال یا واہمہ قرار دے کر اس کا مذاق اُڑائیں گے۔ اس حوالے سے چیخوف لکھتا ہے:

"So, he alone had seen the Black Monk. He felt a strong desire to tell what he had seen to tanya and yegorsemionovich, but feared that they would regard it as an hullucination, and decided to keep his control." **(12)**

چیخوف کا یہ کردار اپنے مشاہدات دوستوں کے سامنے رکھنے سے اس لیے گریزاں ہے کہ وہ اسے ابنارمل تصور کریں گے اور اس کے مشاہدات کو صورتِ واہمہ قرار دیں گے۔ اس افسانے میں اساطیری شخصیت اور مرکزی کردار کے مابین مکالمہ بعض موقعوں پر فلسفے کا رنگ اختیار کر جاتا ہے۔ انسان کے تخیل اور واہموں کے ربط کے حوالے سے چیخوف کا یہ جملہ نہایت اہم ہے کہ جو اساطیری شخصیت ادا کرتی ہے۔

"I exist in your imagination, and as your imagination

is a part of nature, i must exist also in nature." **(13)**

نفسیاتی نظریات کی روشنی میں چیخوف کا یہ کردار اپنے نظری واہموں کے سبب انشقاقِ ذہن کا مریض ٹھہرے گا لیکن اس امر کا فیصلہ کرنے سے قبل تخلیقی مزاج اور ادبی روایات کو دیکھنا ازحد لازم ہے۔ اساطیری اور بزرگ ہستیوں سے ملاقات ہر زبان کے ادب میں روایت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے یہاں داستانوں میں حضرتِ خضر کی موجودگی، علامہ اقبال کی ''خضرِ راہ'' میں اور جب کہ ''جاوید نامہ'' میں حضرت خضر اور مولانا روم سے تخیلاتی ملاقات تخلیقی جہت کو سامنے لاتی ہے۔

اقبال کا ''جاوید نامہ''، دانتے کی ''ڈیوائن کامیڈی'' (Divine Comedy) وغیرہ ہیئتی ضرورت کے تحت کسی بزرگ ہستی سے مکالمے کی فضا کو سامنے لاتی ہے۔ ان کرداروں کی مدد سے مصنف مذہبی، علمی، سماجی، سیاسی اور مابعدالطبیعاتی امور پر اپنا موقف مکالمے کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔ چیخوف کا افسانہ اگرچہ ''جاوید نامہ'' یا ''ڈیوائن کامیڈی'' کا انداز نہیں رکھتا اور نہ ہی مذہبی یا سیاسی فضا کی مکالمہ بندی کا حامل ہے البتہ اُردو داستانوں میں مشکل وقت میں دست گیری کرنے کے لیے نظر آنے والی بزرگ ہستیوں کا سا انداز ضرور رکھتا ہے۔ نفسیات دان اس افسانے کے کردار کے نظری واہموں کے سبب اسے انشقاقِ ذہن کا حامل مریض قرار دے سکتے ہیں جب کہ ہمارے خیال میں یہ کردار اور اس کے واہمے ادبی روایت کا حصہ ہیں۔

ایڈگر ایلن پو (Edger Allen Poe) انگریزی افسانے کے بانیوں میں سے ہیں۔ انہوں نے افسانے کی تعمیر و تشکیل میں حقیقت نگاری کی تکنیک کو برتا۔ افسانوی کرداروں کی بنت میں پو (Poe) نے گہرے نفسیاتی شعور کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے کئی افسانے کرداروں کی نفسیاتی اُلجھنوں اور ابنارمل رویوں کی بازیافت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کے افسانے "The Tell-Tale Heart" کو مرکزیت حاصل ہے۔ اس افسانے کا مرکزی کردار سمعی واہمے رکھتا ہے۔ اس کے دوست اور اردگرد کے لوگ اسے جب پاگل کہتے ہیں تو وہ چلا اُٹھتا ہے:

> "Why will you say that I am mad? The disease had sharpened my senses, not destroyed, not dull them. Above all sense of hearing acute. I heard things in the heaven and in the earth. I heard many things in hell. Then, am I mad?" **(14)**

نفسیاتی عارضوں کے نتیجے میں کسی نہ کسی حس میں غیر معمولی صلاحیت کا بیدار ہونا پو کے اس افسانے کا موضوع ہے۔ پو نے افسانے کے مرکزی کردار کے نفسیاتی عارضے سے روشن پہلو تلاش کیا ہے اور اس صفت کو اُجاگر

کیا ہے کہ جو عام انسانوں میں نہیں پائی جاتی علاوہ ازیں، اپنے تیز ترحسِ سماعت سے جنم لینے والی خوف ناک صورتِ حال کو بھی پونے افسانے میں نمایاں کیا۔ مصنف نے بڑی عمدگی کے ساتھ کردار کے احساسِ جرم اور زندگی کی مسخ صورتوں کو اس کے سمعی واہموں سے جوڑا ہے۔

سمرسٹ ماہم (Somerset Maugham) عالمی سطح کے عمدہ افسانہ نگار ہیں۔ ان کا افسانہ "Flotsam and Jetsam" حادثے اور سانحے کے نفسیاتی اثرات کو سامنے لاتا ہے۔ جنگ عظیم اوّل کے دوران بمباری کا خوف ایک نفسیاتی عارضے کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ جنگ عظیم میں اجتماعی سطح پر لوگوں میں حادثوں اور سانحوں کے اثرات نے نفسیاتی بگاڑ کو جنم دیا جسے Post-Tramatic Stress Disorder (بعد از چوٹ فشاری خلل) کا نام دیا گیا۔ اس عارضے سے متعلق نفسیاتی نظریات یہ کہتے ہیں کہ کسی حادثے یا سانحے میں عدم تحفظ کا احساس انسان کی باطنی زندگی پر حاوی ہو جاتا ہے اور دوروں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ سمرسٹ ماہم نے اپنے افسانے میں جنگ عظیم میں ہونے والی بمباری کے نفسیاتی اثرات کو نمایاں کیا ہے۔ افسانے میں دو چاہنے والوں کو عالمِ وصال میں دکھایا گیا ہے، اسی عالم میں بمباری شروع ہوتی ہے جس کے نتیجے میں چاہنے والا اپنے محبوب کے ہاتھوں میں دم توڑ دیتا ہے۔ اس منظر کو سمرسٹ ماہم نے تخلیقی حُسن کے ساتھ پیش کیا:

> "The miracle of love transfused them. So that they were unconscious of time and place. They were not human any more, but two spirits united by a devine fire. No thought passed through their minds, no words issued from their lips. Suddenly there was a brutal shock, like a blow... she gave a great cry, for she felt a gush of heat and his blood sputtered over her." **(15)**

سمرسٹ ماہم نے اس افسانے میں شدید حوادث کے نفسیاتی اثرات کو بیان کیا ہے۔ ان کے افسانے میں خاتون کا کردار بعد از چوٹ فشاری خلل (Post-Traumatic Stress Disorder) کا شکار ہے۔ کسی ایک شدید واقعے یا حادثے کے نفسیاتی اعتبار سے منٹو کا ''ہتک'' اور ممتاز مفتی کا ''گڑیا گھر'' خاصے کی چیز ہیں۔

گراہم گرین (Graham Greene) مغرب کے اہم افسانہ نگاروں میں شامل ہے۔ انہوں نے بچوں کے کرداروں پر مبنی افسانے بڑی خوب صورتی کے ساتھ تحریر کیے۔ ان کے افسانوں میں بچوں کے نفسیاتی

عوارض اور اُلجھاؤ دکھائی دیتے ہیں۔ اس اعتبار سے ان کا افسانہ "The End of The Party" بچوں کی ایک پارٹی کا نقشہ سامنے لاتا ہے کہ جس کے اختتام پر بچوں نے گھر میں اندھیرا کر کے چھپنے کا کھیل کھیلنا ہے۔ ان میں سے دو جڑواں بھائی تاریک جگہوں پر جانے کا خوف (phobia) رکھتے ہیں۔ ایک بھائی کے خوف کا سب کو علم ہے جب کہ دوسرے نے اپنا خوف دبا رکھا ہے اور اس نے کسی پر کبھی اپنا یہ خوف (phobia) ظاہر نہیں کیا۔ یہ افسانہ انہی جڑواں بھائیوں کے خوف (phobia) کی صورتِ حال سامنے لاتا ہے۔

گراہم گرین نے مذکورہ افسانے میں دونوں بھائیوں کے سادہ خوف کو بیان نہیں کیا بلکہ اس خوف کی نزاکت اور پیچیدگی ظاہر کی ہے۔ مصنف نے افسانوی واقعات کے اُتار چڑھاؤ سے ظاہر کیا ہے کہ تاریک جگہوں پر جانے کا خوف رکھنے والے بھائی کی ہمت بڑھانے پر کمر بستہ رہنے والے دوسرے جڑواں بھائی کی حوصلہ افزائی اور ہمت دینے کا جذبہ دراصل اس کے اپنے اس خوف کو ظاہر کرتا ہے جسے اس نے دبا رکھا ہے۔ وہ بھائی کو نہیں بلکہ لاشعوری طور پر خود کو حوصلہ دیتا ہے۔ گراہم گرین کے خیال میں خوف کو قبول کر لینا نہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ اپنے ذاتی خوف اپنے بھائی سے منسوب کر لینے سے جو نفسیاتی اثرات مرتب ہوتے ہیں، اُن کے بارے میں گراہم گرین اس افسانے میں لکھتا ہے:

> "For the moment Peter Morton could have cried aloud with the fear of bright light going out, leaving him alone in an island of dark surrounded by the gentle lapping of strange footsteps. Then he remembered that the fear was not his own, but his brother's." **(16)**

گراہم گرین کا افسانہ بچوں میں فوبیا کے نفسیاتی عارضے کی باریکی کو نمایاں کرتا ہے۔ بچوں میں تاریک جگہوں پر جانے کا خوف عام طور پر موجود ہوتا ہے۔ ان کے اس رویے کو ابنارمل رویہ نہیں کہا جا سکتا لیکن جب یہ خوف حد سے بڑھ جائے اور بچہ روزمرہ زندگی کے معمول اس خوف کے سبب ترک کر بیٹھے تو تب یہ خوف نفسیاتی عارضے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

ژاں سٹیفورڈ (Jean Stafford) اگرچہ عالمی سطح پر افسانہ نگاری میں زیادہ شہرت حاصل نہ کر سکے لیکن انکے بعض افسانوں میں نفسیاتی حقائق معروف افسانہ نگاروں سے بھی زیادہ گہرائی کے ساتھ ملتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کے افسانے "Beatrice Trueblood's Story" کی مثال دی جا سکتی ہے۔ سٹیفورڈ نے اس افسانے میں بچپن کے تلخ تجربات، والدین کی ناچاقی، گھر کے افراد کی ایک دوسرے سے لاتعلقی

وغیرہ جس خوف ناک انداز میں فرد کی جذباتی نشوونما اورنفسیاتی مراحل کے لیے دقت پیدا کرتے ہیں، ان سب کو پیش کیا ہے۔

"Beatrice Trueblood's Story" میں مصنف نے نفسیاتی عوارض اور ماحول کا باہمی تعلق نمایاں کیا۔ افسانے کا مرکزی کردار بیٹرس (Beatrice) کا ہے کہ جو ایسے گھریلو ماحول میں پلی بڑھی ہے کہ جو لڑائی جھگڑوں کی آماجگاہ ہے۔ مصنف نے بیٹرس کی زندگی میں ناموزوں حالات کا تسلسل بڑی عمدگی کے ساتھ بیان کیا۔ والدین کے گھر سے نکل کر شوہر کے گھر جانے پر اسے مزید زہرناکیوں کا سامنا ہوتا ہے۔ ان تلخیوں کے پہلو بہ پہلو آسودہ زندگی بسر کرنے کی آرزومندی کو بھی مصنف نے پیش کیا۔ بیٹرس کو جو شوہر ملتا ہے وہ بھی تندرویوں کا حامل ہے۔

یہ افسانہ واضح کرتا ہے کہ شدتِ حالات کی تلخی اگر عمر کے زیادہ تر مراحل میں بڑھتی رہی تو فرد کی نفسیاتی زندگی مسخ ہو کر رہ جاتی ہے اور ابنارمل رویوں کا اظہار شروع ہو جاتا ہے۔ افسانے کا مرکزی کردار اسی کہانی کو سامنے لاتا ہے۔

مغرب کے افسانوی ادب میں جنسی بگاڑ (Sexual Disorder) کے حوالے سے عمدہ کہانیاں ملتی ہیں۔ اس حوالے سے تھامس مان (Thomas Man) کا افسانہ "Death in Venice" ایک بوڑھے آدمی کی ہم جنس پرستی کو بیان کرتا ہے۔ یہ بوڑھا بستر مرگ پر پڑا ہوتا ہے اور اپنی زندگی میں ہم جنس پرستی کے لمحوں کو یاد کرتا ہے۔ اس دوران ایک بچہ کسی کام کی غرض سے اس سے ملنے آتا ہے، تو یہ اس بچے پر جنسی حملہ کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔ معمر افراد کے جنسی بگاڑ کے حوالے سے منٹو کے افسانے ''شاداں'' اور ''ٹھنڈا گوشت'' اہمیت کے حامل ہیں۔ جنسی بگاڑ کے حامل کرداروں کے حوالے سے جیمز جوائس (James Joyce) کا افسانہ "An Encounter" ہم جنس پرستی، دوستوفسکی کا "The House of Dead"، ڈی ایچ لارنس (D.H.Lawrence) کا "The Prussian Officer" وغیرہ اہمیت کے حامل افسانے ہیں۔

زمانی حوالوں سے دیکھا جائے تو فرائیڈ سے قبل شیکسپیئر، بالزاک، وکٹر ہیوگو، گوگول، ایڈگر ایلن پو، جارج ایلیٹ، گستاؤ فلابیرٹ، دوستوفسکی، چیخوف، گورکی، ٹالسٹائی اور سمرسٹ ماہم جب کہ فرائیڈ وغیرہ کے عہد میں اور قدرے بعد میں ارنسٹ ہیمنگوے، جیمز جوائس، سارتر، ڈی۔ ایچ۔ لارنس، گراہم گرین اور تھامس مان وغیرہ کے افسانوی ادب میں ابنارمل کرداروں کی مختلف صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ مذکورہ لکھنے والوں نے ابنارمل کرداروں کی تخلیقی جہت بڑی عمدگی کے ساتھ پیش کی۔ ان مصنّفین نے افراد کی باطنی زندگی اور اس کے نشیب وفراز کو اس انداز

سے پیش کیا کہ معاشرے میں بسنے والے افراد کے ابنارمل رویے اور نفسیاتی عوارض کی شدت بھی ان کی تخلیقی اُڑان کی زد میں آتی چلی گئی۔

مغرب کے افسانہ نگاروں نے نفسیاتی اُلجھنوں کو ذاتی اور سماجی مسئلے کی حیثیت سے دیکھا اور افسانوں میں ان عوامل کا سراغ لگایا کہ جو نفسیاتی عوارض کے پس منظر میں کارفرما تھے۔مغرب کے افسانوی ادب میں ابنارمل کردار اپنے نجی حالات کے علاوہ سماجی صداقتوں کے پیام بر بن کر سامنے آئے۔مغربی افسانہ نگاروں اور ناول نویسوں نے زندگی کے اس رُخ کو تراش کر ہمارے سامنے رکھا کہ جس رُخ کی توثیق جدید ترین نفسیاتی نظریات سے بھی حاصل ہوتی ہے۔

صلاح الدین عثمان، مالک رام، محمد محی الدین، ملک قریشی وغیرہ نے مغربی افسانوں کو اُردو زبان میں ڈھالا۔ یلدرم نے ترکی افسانوی ادب سے بہت کچھ لیا۔ترکی ادب پر پہلے ہی سے مغربی ادب کے اثرات چونکہ موجود تھے اس لیے یلدرم کے ہاں ان اثرات کی ابتدائی لہر محسوس کی جاسکتی ہے۔منٹو نے موپساں اور گورکی کے افسانوی ادب کے تراجم سے اپنی ادبی زندگی کا آغاز کیا۔ پروفیسر محمد مجیب نے رسالہ ''اُردو'' کے لیے روسی ناولوں کے تراجم کے ساتھ ساتھ روسی ادب پر تعارفی مضامین کا سلسلہ جاری رکھا۔

رسائل و جرائد کے علاوہ مغربی افسانوں کے تراجم پر مشتمل چند تصانیف نے بھی اس روایت کو بہ احسن آگے بڑھایا۔اس نوع کی کتب میں عبدالقادر سروری کی مرتبہ ''انگریزی افسانے'' نمایاں ہوئی۔اس کتاب میں چارلس ڈکنز، تھامس ہارڈی، آسکر وائلڈ، جان لزوردی اور جیمز جوائس کے افسانوں کو عبدالقادر سروری، محمد محی الدین، ملک قریشی، مولوی عزیز احمد اور منصور نے اُردو زبان میں ڈھالا۔

مغربی افسانے کے تراجم نے اُردو افسانے کو ابتدائی عہد ہی میں کردار کی باطنی دنیا اور اس کے نشیب و فراز کو بیان کرنے کے سلیقے سے آگہی بخشی۔اُردو افسانے کے ابتدائی مترجمین کو عموماً نظرانداز کیا جاتا رہا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم نے ترجمہ نگاری کو تخلیق سے کم تر قرار دیا ہے۔ترجمہ نگاری کی افادیت کو تسلیم کیا جانا چاہیے کہ اس راہ کی بدولت معاصر علوم اور ادبی نظریات سے آگہی حاصل ہوتی ہے۔اُردو افسانے کے ابتدائی مترجمین نے ۱۹۱۰ء سے لے کر ۱۹۴۰ء تک کی مدت میں اُردو افسانے کے لیے ماڈل فراہم کیے۔۳۵-۱۹۴۰ء کے بعد منٹو، بیدی، غلام عباس، کرشن چندر جیسے بے مثل افسانہ نگاروں کی اس کھیپ کے پس منظر میں مترجمین کے تراجم کا کچھ نہ کچھ دکھائی دیتا ہے۔ابتدائی عہد کے مترجمین کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے خواجہ احمد فاروقی رقم طراز ہیں:

''نیاز، یلدرم، جلیل قدوائی اور دیگر مترجمین کی کوششوں سے افسانہ خارجی حالات
سے زیادہ نفسِ انسانی اور اس کے واردات و جذبات کی طرف مائل ہو گیا اور انسانی
زندگی کا مرکز خارج کی بجائے باطن پر قائم ہوا۔''(۱۸)

حواشی و حوالہ جات

1. Dostoevsky, Eternal Husband and Other Stories, (NewYork: Macmillan Inc. 1952) P.47
2. Gogol,The Diary of a Madman and Other Stories, Translated by Andrew R. Macandrew, (NewYork: The New American Liberary of World Literature, 1961) P.14.
3. Sartre, Jean-Paul, Intimacy, Translated by Lloyd Alexander,(London: New Directions, 1948) P.49.
4. Balzac,Lious Lambert,(NewYork: The New American Liberary of World Literature), 1961, P.11.
5. ____________Ibid______________P.21
6. ____________Ibid______________P.26
7. Chekhov, Anthon, The Wife and Other Stories, (NewYork: Macmillan Inc. 1946) P.272.
8. Chekhov, Anthon, The Horse Stealers and Other Stories, (NewYork: Macmillan Inc. 1949) P.7.
9. ____________Ibid______________P.226.
10. ____________Ibid_____________
11. ____________Ibid_____________
12. Chekhov, Anthon, The Lady with the Dog,(NewYork: The Hograth Press, 1957) P.79
13. ____________Ibid______________P.83.
14. Poe, Edgar Allen, The Tell-Tale Heart and Other Stories, (New York: Macmillan Inc. 1949).
15. Maugham, Somerset, Complete Short Stories of Somerset Maugham, (NewYork: Doubleday & Co. Inc., 1940) P.186.
17. Greene, Graham, The End of The Party,(New York: The Hograth Press, 1975),

۱۸۔ خواجہ احمد فاروقی، اُردو افسانے کا تاریخی و تنقیدی مطالعہ، مشمولہ (نگار، جنوری ۱۹۴۶ء) ص ۱۰۰۔